© rasailojaraid.com

دیا اور جن کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے ان کی مخالفت سے ڈرایا جائے جیسا کہ خوارج اور روافض کا مذہب ہے جنھوں نے ظاہری قرآن کریم سے تو تعلق جوڑا مگر ان سنن رسول کو جو کتاب کی تفسیر و تشریح پر مشتمل ہیں چھوڑ دیا چنانچہ وہ حیرانی و سرگردانی کی وادی میں بھٹکے اور گمراہ ہوئے۔[۱] امام اوزاعی نے حسان بن عطیہ سے روایت کیا ہے کہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی اور حضرت جبریل علیہ السلام اس کی سنت بھی لاتے تھے جو اس کی تفسیر کرتی تھی۔[۲] امام اوزاعی کی ایک روایت مکحول سے ہے کہ انھوں نے فرمایا "قرآن مجید کو سنت کی زیادہ ضرورت ہے بمقابلہ سنت کی احتیاج کے جو اسے قرآن کی نسبت سے ہے"۔[۳]

کتاب اللہ کی تفسیر سنت کی صورتیں

جب قرآن کریم، حدیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ سنت کا کتاب سے کیا تعلق ہے اور یہ تعلق واضح کرنے والی چیز کا اس چیز کے واضح کیے جانے سے ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تفسیر و بیان کی صورتوں کا ذکر کیا جائے۔ اس کی متعدد وجوہ ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی صورت: قرآن مجید میں مذکور مجمل کا بیان، مشکل کی توضیح، عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کی جائے۔ ان میں سے پہلی چیز یعنی مجمل کے بیان کی تشریح سنت نبوی و حدیث شریف، پنجگانہ اوقات نماز کی تعیین، نمازوں کی رکعات اور ان کی کیفیات، زکوٰۃ کے نصاب و شرح اور اس کے اوقات و انواع اور حج کے مناسک کا بیان شامل ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا تھا: "مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو۔" آپ کا یہ بھی فرمان ہے: "اس طرح نماز پڑھا کرو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔"

امام عبداللہ بن مبارک حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک شخص سے کہا: بلاشبہ تم ایک احمق آدمی ہو۔ کیا تم اللہ کی کتاب میں ظہر کی چار رکعتوں کا بیان پاتے ہو جن میں قراءت جہری نہیں ہوتی؟ پھر اس کے سامنے نماز اور زکوٰۃ اور اسی جیسی چیزوں کو گنایا اور پھر فرمایا: کیا تم ان چیزوں کو کتاب اللہ میں مفصل و مفسر بیان کیا ہوا پاتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی کتاب نے ان چیزوں کو مبہم رکھا ہے اور بلا ریب سنت ان کی تفسیر بیان کرتی ہے۔"[۴]

دوسری چیز کی مثال اللہ تعالیٰ کے قول: حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ[۵] (جب تک صاف نظر آوے تم دھاری سفید جدا دھاری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاہ سے فجر کے) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے جو آپ نے سفید و سیاہ دھاگے کی وضاحت کی اس سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے۔

تیسری چیز کی مثال اللہ تعالیٰ کے فرمان: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ [۵۰] (جو لوگ ایمان لائے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلم کا شرک کے ساتھ مخصوص کرنا ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ نے اس سے عام ظلم مراد لیا تھا حتیٰ کہ یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کسی نے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا تھا کہ اس سے وہ مراد نہیں بلکہ شرک مراد ہے۔

اور چوتھی چیز کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان: فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا [۵۱] (تو کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ) ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ہاتھ سے داہنا ہاتھ (یمین) مراد بتایا ہے۔

دوسری صورت

کسی لفظ کے معنی یا اس سے متعلق چیز کا بیان جیسے "مغضوب علیہم" سے یہود اور "الضالین" سے نصاریٰ کا مراد ہونا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول: وَلَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ [۵۲] (اور ان کو ہیں وہاں عورتیں ستھری) کی یہ تفسیر وہ حیض، تھوک اور بلغم سے پاک ہوں گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ [۵۳] (اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کر کر اور کہو گناہ اترے تو بخشیں ہم تقصیریں تمہاری اور زیادہ بھی دیں گے نیکی کرنے والوں کو۔ پھر بدل لی بے انصافوں نے اور بات سوائے اس کے جو کہہ دی تھی) کی یہ تشریح کہ وہ اپنے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور کہتے تھے: "جو میں دانہ ہے۔"

تیسری صورت

قرآن مجید میں جو احکام و قوانین وارد ہوئے ہیں ان پر مزید اضافہ اور تشریح۔ مثال کے طور پر پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجیوں یا بھانجیوں سے نکاح کی حرمت، صدقہ فطر کا وجوب، شادی شدہ زانی کی سنگساری، دادی کا حق وراثت، گواہ اور قسم پر فیصلہ وغیرہ اس قسم کی بہت سی چیزیں فروعات کی کتابوں میں مذکور ہیں اور جن کی قانون سازی سنت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبوی نے کی ہے۔

چوتھی صورت

نسخ کا بیان۔ یعنی یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اس آیت نے اس آیت کو منسوخ کر دیا ہے یا اس حکم نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے: "وارث کے لیے وصیت کی گنجائش نہیں ہے۔" اس سے مراد آپ کی یہ وضاحت ہے کہ وصیت کی آیت والدین اور رشتہ داروں کے حکم میں منسوخ ہے اگرچہ اس کی تلاوت باقی رکھی گئی ہے۔ اور یہ حدیث کہ "اگر ایک کنوارا ایک کنواری سے زنا کرے تو ان کے لیے سو کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے" دراصل سورہ نساء کی آیت ۱۵: وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ.... (اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں تو شاہد لاؤ ان پر چار مرد اپنے) کے حکم کو منسوخ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں اس نوع کی ہیں۔

پانچویں صورت

تاکید کی تشریح۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت کتاب اللہ کے احکامات کی موافقت و تاکید کرتی ہے۔ اور اس سے حکم الٰہی کی تاکید و تقویت مقصود ہوتی ہے۔ اس کی مثال آپ کا قول ہے: "کسی مسلمان شخص کا مال دوسرے کے لیے حلال نہیں جب تک اس کی رضا شامل نہ ہو۔" یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان: لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ[۵۵] (نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق) کی تائید و موافقت کرتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں بارش شدہ زمین کی مانند ہیں۔ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے بطور حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے سبب ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔" یہ حدیث نبوی اللہ تعالیٰ کے فرمان وعاشروهن بالمعروف[۵۶] (اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ معقول) کے ساتھ موافقت رکھتی ہے۔

مصدر سوم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجتہاد اور استنباط کی صلاحیت

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خود کتاب اللہ میں تفسیر نہیں ملتی تھی اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو حاصل کرنے کا موقع ملتا تھا تو وہ اپنے اجتہاد اور استنباط کرنے کی صلاحیت سے کام لیتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اجتہاد و استنباط دونوں غور و فکر اور اجتہادی صلاحیت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن جن چیزوں کا سمجھنا محض عربی زبان کی معرفت پر مبنی تھا تو وہ اس کو سمجھنے کے لیے غور و فکر کو کام میں نہیں لاتے تھے کیونکہ وہ خالص عرب تھے عربوں کے کلام کو جانتے اور گفتگو کے انداز و طریقوں سے واقفیت رکھتے تھے وہ عربی الفاظ اور ان کے معانی کو جاہلی شاعری کی معرفت کے سبب خوب جانتے تھے۔ اور یہ جاہلی شاعری بقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ عربوں کا دیوان تھا۔

فن تفسیر میں صحابہ کے اجتہادی آلات

بہت سے صحابہ کرام قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر اس طریقہ یعنی رائے و اجتہاد کے طریقہ سے کرتے تھے۔ اس میں مذکورہ ذیل سے مدد لیتے تھے۔

اول: زبان کی مختلف ہیئتوں اور اسرار کی معرفت

دوم: عربوں کی عادات کی معرفت

سوم: قرآن کریم کے زمانۂ نزول میں جزیرۃ العرب کے یہود و نصاریٰ کے احوال کی معرفت۔

چہارم: قوت فہم اور وسعت ادراک۔

عربی زبان کی ہیئتوں اور اس کے اسرار و رموز کی معرفت ان آیات کریمہ کے فہم میں مدد کرتی ہے جن کا سمجھنا کسی غیر عربی زبان کی واقفیت پر مبنی نہیں ہے۔ اور عربوں کی عادات و خصائل کی معرفت ان بہت سی آیات کریمہ کی افہام و تفہیم میں معاون ثابت ہوتی ہیں جن کا تعلق ان کی عادات سے ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول ہے اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ[۵۵] (یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی ہے کفر کے عہد میں) دوسرا فرمان الٰہی ہے: وَلَیۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ ظُہُوۡرِہَا[۵۶] (اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ چھت پر سے) ان دونوں آیات کریمہ کی تفہیم صرف اس شخص کے لیے ممکن ہے جو نزول قرآن کے وقت جاہلیت کے زمانے میں عربوں کی عادات کی معرفت رکھتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زمانہ نزول قرآن کے دوران جزیرہ عرب کے یہود و نصاریٰ کے احوال و کوائف کی معرفت ان آیات کی فہم میں معاون ہوتا ہے جن میں ان کے اعمال اور ان کی قرآنی تردید مضمر ہوتی ہے۔

اسباب نزول کی معرفت اور قرآن کریم میں مذکورہ موجود حالات و واقعات سے واقفیت بہت سی قرآنی آیات کے فہم میں مددگار ہوتی ہے۔ اسی بنا پر امام واقدی نے کہا ہے کہ آیت کریمہ کی تفسیر کی معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے قصہ اور اس کے نزول کے بیان سے واقفیت حاصل نہ ہو[۵۸]۔ علامہ ابن رفیق العید کا بیان ہے: "سبب نزول کا بیان قرآن کریم کے معانی کے فہم کا ایک قوی طریقہ ہے"[۵۹]۔ امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے "سبب نزول کی معرفت آیت کے فہم میں مدد کرتی ہے کیونکہ سبب کا علم مسبّب (نتیجہ) کے علم پر منتج ہوتا ہے"[۶۰]۔

اب رہی قوت فہم اور وسعت ادراک کی صلاحیت تو یہ عطیہ الٰہی اور فضل خداوندی ہے جسے چاہتا ہے ان سے اپنے بندوں کو وہ بے نیاز نواز دیتا ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات کے معنی دقیق اور مراد مخفی ہو جاتی ہے اور وہ صرف ان خوش بختوں پر ظاہر و واضح ہوتی ہے جن کو فہم و فراست اور نور بصیرت کا حصۂ وافر عطا ہوا ہے۔ بلاریب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اس نعمت عظمیٰ سے وافر ترین حصہ نصیب ہوا تھا۔ اور یہ ان کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کا عطیہ تھا آپ نے ان کے لیے دعا کی تھی "اے اللہ اس کو دین کی سمجھ اور تاویل و تفسیر کا علم عطا فرما"۔

امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں اپنی سند سے حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا: "میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کتاب اللہ میں موجود وحی الٰہی کے سوا اور بھی وحی کا کچھ حصہ ہے؟ انھوں نے کہا: "میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کتاب اللہ میں موجود وحی الٰہی کے سوا اور بھی وحی کا کچھ حصہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ چیرا اور جان پیدا کی میں اس کو صرف قوت فہم سمجھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کسی شخص کو قرآن کریم کے بارے میں عطا کرتا ہے۔ یا پھر جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت و خون بہا اور اسیروں کی رہائی کے احکام نبوی اور یہ امر نبوی کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔[۶۱]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی وہ فہم و استنباط کے وسائل و آلات تھے جن سے صحابہ کرام نے بہت سی آیات قرآنیہ کی فہم میں مدد لی تھی اور یہی وہ معیار و کسوٹی ہے جو قرآن کے غوامض، مشکلات اور رموز کا انکشاف کرتی ہے۔

معانی قرآن کے فہم میں صحابہ میں تفاوت

چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان وسائل و ذرائع کی معرفت میں متفاوت تھے اس لیے وہ قرآن فہمی میں درجہ مساوی نہیں رکھتے تھے اور یہی سبب ہے جس کی بنا پر قرآن کریم کے بعض معانی کے فہم میں ان میں اختلاف پیدا ہو جاتا تھا۔ اگرچہ ان کا اختلاف تابعین اور تبع تابعین کے اختلاف کی بہ نسبت بہت تھوڑا اور ہلکا تھا۔ اس اختلاف صحابہ کی مثالیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل بنایا کچھ مدت کے بعد حضرت جارود بن معلی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ: قدامہ نے شراب پی اور نشہ سے مخمور ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری بات کی گواہی کون دیتا ہے؟ حضرت جارود نے کہا کہ میری بات کی شہادت ابوہریرہؓ دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قدامہ تب تو میں تم کو کوڑے لگواؤں گا۔ انھوں نے عرض کیا: جیسا کہ وہ کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے پی لیکن تم کو مجھے کوڑے لگوانے کا کوئی حق نہیں پہونچتا۔ حضرت عمر نے پوچھا: وہ کیسے؟ حضرت قدامہ نے کہا: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ (جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے ان پر گناہ نہیں جو کچھ پہلے کھا چکے، جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کیے، پھر ڈرے اور یقین کیا، پھر ڈرے اور نیکی کی) بلاشبہ میں ان لوگوں میں شامل ہوں جو ایمان لائے اور عمل صالح کرنے والے، تقویٰ اختیار کرنے والے، مومن، متقی اور احسان کرنے والے ہیں۔ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر، احد، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں شریک جہاد رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر لوگوں سے فرمایا: کیا تم ان کے قول کی تردید کرتے ہو؟ اس پر

© rasailojaraid.com